السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ملتان سے چوہدری عبدالرشید لکھتے ہیں کہ عشر، زمین کی کس قسم کی پیداوار سے کتنا ادا کرنا پڑتا ہے؟ نیز پھلوں اور سبزیوں کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے، تفصیل سے لکھیں۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

عشر کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’کہ فصل کاٹتے ہی اس سے اللہ کا حق ادا کردو۔‘‘ (6/الانعام: 141)

نیز قرآن کریم میں ہے ’’کہ ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے، اس میں اچھی چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔‘‘ (2/البقرہ: 267)

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے حق سے مراد وہ صدقہ ہے جو اللہ کے نام پر زمین کی پیداوار سے فقرا و مساکین کو دیا جائے، کیوں کہ یہ فصل اللہ نے ہی اپنے فضل سے پیدا کی ہے، اس مقام پر اس "حق" کی مقدار معین نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کی تعیین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ زمین جسے بارش یا قدرتی چشمہ کا پانی سیراب کرتا ہو یا کسی دریا کے کنارے ہونے کی وجہ سے خود بخود سیراب ہو جاتی ہو، اس قسم کی زمین کی پیداوار سے دسواں حصہ بطور عشر لیا جائے گا اور وہ زمین جسے کنوئیں وغیرہ سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے گا۔ (صحیح بخاری: زکوۃ 1483)

اس حدیث میں پیداوار دینے والی زمین کی حقیقت اور اس کی پیداوار پر مقدار عشر کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، شریعت نے مقدار عشر کے لئے زمین کی سیرابی، یعنی پیداوار لینے کے لئے پانی کو مدار قرار دیا ہے۔ اگر کھیتی کو سیراب کرنے کے لیے پانی بسہولت دستیاب ہے اس پر کسی قسم کی محنت و مشقت نہیں اٹھانا پڑتی تو اس میں پیداوار کا عشر یعنی دسواں حصہ بطور زکوۃ نکالنا ہو گا۔ اس کے برعکس اگر پانی حاصل کرنے کے لیے محنت و مشقت اٹھانا پڑتی ہے یا اخراجات برداشت کرنا پڑیں تو اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ہے، ہمارے ہاں عام طور پر زمینوں کی آبپاشی دو طرح سے ہے۔

نہری پانی، حکومت نے اس کے لیے ایک مستقل محکمہ انہار قائم کر رکھا ہے، اس پر زمیندار کو محنت و مشقت کے علاوہ اخراجات بھی برداشت کرنا پڑتے ہیں، آبیانہ وغیرہ ادا کرنا ہوتا ہے اس کے باوجود نہری پانی فصلوں (1) کے لیے کافی نہیں ہوتا، اس کے لیے دوسرے ذرائع سے ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔

ٹیوب ویل اول تو ٹیوب ویل لگانے کے لیے کافی رقم درکار ہوتی ہے، جب اس کی تنصیب مکمل ہو جاتی ہے تو پھر محکمہ واپڈا کا رحم و کرم شروع ہو جاتا ہے، اس کا کنکشن حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، (2) اس کے بعد تیسرا مرحلہ جو مسلسل جاری رہتا ہے وہ ماہ بماہ کمر توڑ اور اعصاب شکن بجلی کے بل کی ادائیگی ہے، یا پھر گھنٹے کے حساب سے پانی خرید کر فصل کو سیراب کیا جاتا ہے، لہذا زمین سے پیداوار لینے کے لیے ذاتی محنت و مشقت اور مالی اخراجات کے پیش نظر ہمارے ہاں پیداوار پر نصف عشر یعنی بیسواں حصہ بطور زکوۃ دینا ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ اس کے علاوہ جتنے بھی اخراجات ہیں ان کا تعلق زمین کی سیرابی یا آبپاشی سے نہیں بلکہ وہ اخراجات زمیندار پیداوار بچانے یا بڑھانے کے لیے کرتا ہے، مثلاً کھاد یا سپرے وغیرہ یا پھر زمیندار اپنی محنت و مشقت سے بچنے اور اپنی سہولت کے پیش نظر کرتا ہے، مثلاً: بوتے وقت ٹریکٹر کا استعمال، کٹائی کے وقت مزدور لگانا یا فصل اٹھاتے وقت تھریشر وغیرہ کا استعمال۔

مذکورہ حدیث میں مقدار جنس کو بیان نہیں کیا گیا ہے یعنی کتنے نصاب پر عشر واجب ہوتا ہے؟ اس کی وضاحت ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم پیداوار میں زکوۃ یعنی عشر نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: الزکوۃ 1474)

عشر کے لیے یہ غلہ کا نصاب ہے، اس سے کم پر عشر دینا ضروری نہیں، کیوں کہ اس سے کم مقدار تو کاشتکار یا زمیندار کے گھر کا سالانہ خرچہ ہی تصور کیا جائے گا۔ ہاں پانچ وسق یا اس سے زیادہ پر عشر واجب ہو گا۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے گویا جنس کا نصاب 300 صاع ہیں، جدید اعشاری نظام کے مطابق ایک صاع 2 کلو 100 گرام ہوتا ہے۔ اس حساب سے پانچ وسق کے 630 یعنی چھ صد تیس کلو گرام ہوتے ہیں۔ جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک ایک صاع اڑھائی کلو کے مساوی ہوتا ہے، لہذا ان کے ہاں نصاب 750 کلو گرام مقرر کیا جانا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ شریعت نے مقدار عشر کے لیے زمین کی سیرابی کو مدار بنایا ہے، اس کے علاوہ جو بھی اخراجات ہیں ان کا تعلق مقدار عشر سے نہیں، لہذا جہاں زمین کی سیرابی کے لیے قدرتی وسائل ہوں وہاں پیداوار سے دسواں حصہ (عشر) لیا جائے گا اور جہاں زمین کو سیراب کرنے کے لیے قدرتی وسائل نہیں بلکہ محنت و مشقت اور اخراجات برداشت کرنا پڑیں تو وہاں بیسواں حصہ یعنی نصف عشر دینا ہو گا۔ ہمارے ہاں عام طور پر پیداوار کا بیسواں حصہ دیا جاتا ہے۔ پیداوار سے دسواں حصہ دینے والی زمین بہت کم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عام طور پر مہاجرین تاجر اور انصار زراعت پیشہ تھے، وہ لوگ زمین کو خود کاشت کرتے تھے اور خود ہی کاٹتے اور فصل اٹھاتے تھے، زمین کی سیرابی کے لیے محنت و مشقت اور اخراجات برداشت کرنے کی وجہ سے انہیں پیداوار سے بیسواں حصہ بطور عشر ادا کرنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ کسی قسم کے اخراجات پیداوار سے منہا نہیں کیے جاتے تھے، اب عشر کے متعلق کچھ مزید وضاحتیں پیش خدمت ہیں:

(1) ''زرعی زکوۃ کےلیے سال گزرنے کی شرط نہیں ہے بلکہ جب بھی فصل کاٹی جائے اس وقت زکوۃ واجب ہوگی، جیسا کہ درج ذیل آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے : ''فصل کاٹتے وقت ہی اس سے اللہ کا حق ادا کرو۔

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گندم، جو، منقی اور کھجور سے زکوۃ لی جاتی تھی، مگر ہمارے ہاں اور بھی اجناس بکثرت پیدا ہوتی ہیں، مثلاً : چاول چنے، جوار اور مکئی وغیرہ۔ ان سب اجناس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

(3) ایسی سبزیاں اور ترکاریاں جو خراب نہیں ہوتیں، مثلاً : آلو، پیاز، لہسن، ادرک اور پیٹھا وغیرہ، ان پر زرعی زکوۃ یعنی عشر واجب ہوگا۔ لیکن جو ترکاریاں تازہ استعمال ہوتی ہیں اور جلدی خراب ہوجاتی ہیں مثلاً : کدو، ٹینڈا، کریلے اور توریاں وغیرہ ان پر زرعی زکوۃ نہیں بلکہ سال کے بعد ان کے منافع پر تجارتی زکوۃ عائد ہوتی ہے، یعنی اڑھائی فیصد یا چالیسواں حصہ ادا کرنا ہوتا ہے۔

(4) پھلوں میں بھی زرعی زکوۃ ہے، بشرطیکہ انہیں دیر تک استعمال کیا جاسکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منقی اور کھجور سے عشر ادا کیا جاتا تھا لیکن ہمارے ہاں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے خشک پھل پیدا ہوتے ہیں، مثلاً : اخروٹ، بادام، خوبانی، مونگ پھلی وغیرہ اگر اس قسم کے پھل حد نصاب کو پہنچ جائیں تو ان پر زرعی زکوۃ واجب ہوگی۔

(5) کپاس بھی زمینی پیداوار ہے اور ہمارے ملک میں تو خاصی منفعت بخش فصل ہے، لہذا اس میں بھی عشر ادا کرنا ہوگا، یعنی بیس من میں سے ایک من بطور عشر ادا کیا جائے، اگر کوئی کاشتکار تجارت پیشہ بھی ہے تو اسے چاہیے کہ اگر کپاس کی پیداوار نصاب کو پہنچ جائے تو اس سے پہلے عشر ادا کرے اور پھر اگر تجارت میں فروخت کر دیتا ہے تو اس کی رقم حد نصاب کو پہنچ جائے تو تجارتی زکوۃ بھی ادا کرے، یعنی کھیتی باڑی کا حساب علیحدہ ہوگا اور تجارتی مال کی زکوۃ کا حساب الگ ہوگا، تجارتی مال کی رقم خواہ کہاں سے بھی آئے اس سے زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ کپاس کا ذکر حدیث میں بھی ہے، چنانچہ ابیض بن حمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور صدقہ وغیرہ کی معافی کےلیے درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے قوم سبا سے تعلق رکھنے والے !صدقہ کی ادائیگی تو ضروری ہے۔ پھر اس نے مزید وضاحت کی کہ ہم تو صرف کپاس کاشت کرتے ہیں اور سبا پر جب آفت آتی ہے تو مأرب مقام پر تھوڑی بہت کپاس کاشت ہوتی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر جوڑے سالانہ وصول کرنے پر اس سے صلح کرلی۔ (ابوداؤد : الخراج 3028)

مختصر یہ ہے کہ کپاس سے بھی عشر دینا ہوگا۔

(6) ہمارے بعض علاقوں میں گنا بھی کاشت کیا جاتا ہے، اگر اسے ملوں کو فروخت کر دیا جائے تو اس سے تجارتی زکوۃ ہوگی اور اگر اسے بطور چارہ استعمال کرلیا جائے تو قابل معافی ہے۔ اگر اس کما دسے گڑ، شکر یا چینی بنائی جائے تو اس سے عشر دینا ہوگا بشرطیکہ حد نصاب کو پہنچ جائے۔

(7) اگر کسی نے اپنی زمین کسی دوسرے کو عاریۃ برائے کاشت دی ہے تو اس صورت میں جس نے فصل اٹھائی ہے وہی اس کا عشر وغیرہ ادا کرے گا۔ مالک زمین کے ذمے اس کی ادائیگی نہیں ہے کیوں کہ اسے کوئی فائدہ نہیں ہورہا، اگر زمین کے مالک نے کسی دوسرے کو طے شدہ حصے پر کاشت کرنے کےلیے دی ہے تو اس صورت میں دو موقف ہیں :

(1) ہر ایک کا حصہ اگر حد نصاب کو پہنچ جائے تو اس سے عشر دینا ہوگا اگر کسی کا بھی حصہ حد نصاب تک نہیں پہنچتا تو کسی پر واجب نہیں یعنی جس شخص کا حصہ حد نصاب کو پہنچ جائے گا اسے اپنے حصے سے عشر دینا ہوگا۔

(2) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ موقف ہے کہ اگر مجموعی پیداوار حد نصاب کو پہنچ جائے تو ہر ایک اپنے حصے کے مطابق عشر ادا کرنے کے بعد دونوں طے شدہ حصوں کے مطابق پیداوار کو تقسیم کرلیں گے۔

ہمارے نزدیک یہ دوسرا موقف وزنی معلوم ہوتا ہے، نیز اس میں غربا اور مساکین کا بھی فائدہ ہے۔ خیبر کی زمین بھی پیداوار کےلیے طے شدہ حصے کے عوض کاشت کی جاتی تھی۔ چونکہ یہودی عشر ادا کرنے کے پابند نہیں تھے۔ اس کےلیے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو جو حصہ ملتا اگر وہ نصاب کو پہنچ جاتا تو اس سے اللہ تعالیٰ کا حصہ الگ کردیتے تھے۔ اگر زمین کو ٹھیکے پر دے دیا جائے تو زمیندار چونکہ زمین کا مالک ہوتا ہے وہ ٹھیکے کی اس رقم کو اپنی مجموعی آمدنی میں شامل کرکے زکوۃ ادا کرے گا، بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی ضرورت سے فاضل ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے۔ زمین ٹھیکے پر لینے والا کاشت کرنے میں خود مختار ہوتا ہے اور پیداوار کا مالک بھی وہی ہوتا ہے، تو وہ صاحب اختیار ہونے کی حیثیت سے عشر ادا کرے گا، ٹھیکے کی رقم اس سے منہا نہیں کی جائے گی، کاشتکار کو متعدد مالی اخراجات کی وجہ سے بیسواں حصہ دینے کی رعایت دی گئی ہے۔ اگر اس رعایت کے باوجود ٹھیکہ کی رقم کھاد، سپرے کے اخراجات، کٹائی کےلئے مزدوری اور تھریشر وغیرہ کے اخراجات بھی منہا کردیئے جائیں تو باقی کیابچے گا جو عشر کے طور پر ادا کیا جائے گا۔ لہذا ہمارا رجحان یہ ہے کہ کاشتکار کسی قسم کے اخراجات منہا کیے بغیر اپنی پیداوار سے بیسواں حصہ بطور عشر ادا کرے گا بشرطیکہ اس کی پیداوار پانچ وسق تک پہنچ جائے اگر اس سے کم ہے تو عشر نہیں، ہاں اگر چاہے تو فی سبیل اللہ دینے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاوی اصحاب الحدیث